قسط (۷)

اسلام کا سیاسی نظام

ایک اسلامی مملکت کے سربراہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی رعایا کی خبرگیری کرتا رہے، اس کا ہر وقت خیال رکھے اور ان پر اپنے دروازے بند نہ کرے، تاکہ جب بھی کوئی ضرورت مند حاضر خدمت ہو تو اس کی ضرورت کو پورا کیا جا سکے ــــ اسلامی سلطنت کے والی اول کا یہی طرزِ عمل تھا کہ آپؐ نے اپنے دروازے پر کبھی کوئی دربان یا نگران مقرر نہیں فرمایا، جو کہ آپؐ کے اور لوگوں کے درمیان رکاوٹ بنے۔ چنانچہ حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپؐ ایک عورت کے قریب سے گزرے جو کہ ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ نے اس سے فرمایا، اللہ سے ڈر اور صبر کر! وہ بولی، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، تجھ پر وہ مصیبت نہیں آئی جو مجھ پر آئی ہے۔ آپؐ تشریف لے گئے، بعد میں اسے بتایا گیا کہ یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ یہ جان کر وہ بہت پریشان ہوئی، فوراً آپؐ کے دروازے پر آئی اور وہاں کوئی دربان یا نگران نہیں پایا۔ اس نے معذرت کی کہ میں نے آپؐ کو پہچانا نہیں تھا، میں اب صبر کروں گی۔ آپؐ نے فرمایا، صبر وہ ہوتا ہے جو ابتدائے صدمہ میں ہو (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۵۰)

یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے حکمرانوں کو تعلیم فرمائی کہ وہ اپنی رعایا کا خاص خیال رکھیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک صاحب حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آئے اور ان سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپؐ فرماتے تھے :

"جو شخص مسلمانوں کا والی بنایا جائے، پھر اس نے مسلمانوں میں سے کسی مظلوم یا حاجت مند سے اپنے دروازے کو بند کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کے دروازے بند کر لے گا، جبکہ وہ بہت ضرورت مند ہو گا۔" (مشکوٰۃ ص ۳۲۴)

حضرت عمرو بن مرۃؓ نے امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہؓ سے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے، جس نے رعایا سے چشم پوشی کی، اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاجت، ضرورت اور محتاجی کے وقت چشم پوشی فرمائے گا ــــ تب حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں کی ضروریات معلوم کرنے کے لیے ایک آدمی مقرر کر دیا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۲۴)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ والئ سلطنت کے لیے مناسب نہیں، وہ اپنی رعایا سے دور رہے بلکہ ان کی ضروریات معلوم کرنے کے لیے اس کا ان سے مسلسل رابطہ رہنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں، آپؐ نے تاکیداً فرمایا کہ :

"الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامام الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیتہ والرجل راع علیٰ اھل بیتہ وھو مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ علیٰ بیت زوجھا وولدہ وھی مسئولۃ علیہ عنھم وعبد الرجل راع علیٰ مال سیدہ وھو مسئول عنہ الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ"

"تم سبھی حاکم ہو اور سبھی اپنی رعیت کے بارے مسئول ہو۔ امامِ سلطنت لوگوں پر حاکم ہے اور اس سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ آدمی اپنے گھر کا حاکم ہے اور اس سے اپنے اہلِ بیت کے بارے سوال ہوگا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد پر نگران ہے اور اس سے ان کے بارے سوال ہوگا۔ اسی طرح کسی آدمی کا غلام اپنے آقا کے مال پر نگران ہے تو اس سے اس کے مال کے متعلق سوال ہوگا۔ خبردار تم تمام نگران ہو اور سبھی سے اپنی رعایا کے بارے سوال ہوگا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رعایا کے معاملات کی ذمہ داری کوئی معمولی ذمہ داری نہیں، بلکہ یہ ایک عظیم منصب ہے جس سے متعلق روزِ قیامت باقاعدہ سوال ہوگا۔

امام ابنِ کثیرؒ فتح السوس کے تحت سردار ہرمزان کے ورودِ مدینہ کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسبرہؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں خمس بھیجا اور وفد کے ساتھ سردار ہرمزان بھی مدینہ آیا۔ اس وفد میں حضرت انسؓ اور احنف بن قیس بھی موجود تھے۔ شہر میں پہنچ کر ان لوگوں نے امیر المومنین عمر فاروقؓ کے بارے پوچھا کہ آپ کہاں ہیں؟ بتلایا گیا کہ کوفہ سے ایک وفد آیا تھا، اس کے ساتھ مسجد میں تشریف لے گئے ہیں۔ یہ لوگ مسجد میں آئے تو وہاں کسی کو نہ پایا، ہاں چند چھوٹے بچے وہاں کھیل رہے تھے، ان سے آپؓ کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ آپ مسجد کے اندر سو رہے ہیں۔ یہ لوگ اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عمر فاروقؓ اپنا سادہ کوٹ، جو مہمانوں کے استقبال کے لیے زیبِ تن فرمایا کرتے تھے، سرہانے رکھے سو رہے ہیں۔ قریب ہی آپؓ کا کوڑا پڑا تھا۔ ہرمزان نے پوچھا، عمر فاروقؓ کہاں ہیں؟ ساتھیوں نے جواب

دیا کہ یہی سونے والے عمرِ فاروقؓ ہیں — یہ لوگ پست آوازوں سے باتیں کر رہے تھے تاکہ آپؓ بیدار نہ ہو جائیں — ہرمزان پوچھ رہا تھا، ان کے دربان کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپؓ کا کوئی دربان نہیں، نہ ہی کوئی نگران ہے، نہ کاتب ہے اور نہ کوئی دفتر ہے۔ ہرمزان نے کہا، پھر تو یہ نبی ہوں گے؟ ساتھیوں نے کہا۔ نبی تو نہیں، ہاں نبیوں کے سے عمل کرتے ہیں جب لوگوں کی آوازیں زیادہ ہوئیں تو عمرِ فاروقؓ بیدار ہو گئے (البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۸۷)

عمرِ فاروقؓ کی اپنے عمّال کو ہدایات

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ جب علاقوں میں عامل بھیجتے تو انہیں یہ ہدایت کرتے کہ وہ ترکی گھوڑے پر سواری نہ کریں، میدے کی روٹی نہ کھائیں، باریک کپڑا نہ پہنیں اور لوگوں کی ضروریات کے لیے اپنے دروازے بند نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو انہیں سزا ملے گی، تب انہیں الوداع کہتے۔ آپؓ اپنے عمال پر یہ پابندیاں اس لیے لگاتے تھے کہ ان پر یہ واضح ہو جائے، وہ خدمتِ خلق کے لیے جا رہے ہیں عیش و عشرت کے لیے نہیں!

امام ابنِ کثیرؒ عمر فاروقؓ کے احکامات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کوفہ میں حضرت سعدؓ کے لیے ایک محل تیار کیا گیا۔ لوگوں کا شور حضرت سعدؓ کے کام میں حائل ہوتا تو آپؓ اپنے دروازے بند کر لیتے اور فرماتے، سکون ہو گیا ہے! — یہ بات امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کو پہنچی تو آپؓ نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا کہ کوفہ میں پہنچ کر لکڑیاں اکٹھی کریں اور سعدؓ کے محل کے دروازہ کو آگ لگا دیں۔ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ اور سعدؓ سے کہا کہ نہ تو اپنے محل پر کسی کو مقرر کریں جو کہ لوگوں کو آپ کے پاس آنے سے روکے اور نہ ہی محل کا دروازہ بند کریں پھر تین سال اور چھ مہینے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو باعزت طریقے سے واپس بلا لیا۔"

(البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۷۵)

حضرت عمر فاروقؓ اپنی رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لیے دوسرے ممالک کا سفر کیا کرتے تھے، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ ایک دفعہ آپؓ نے ایک بوڑھے ذمی کو مانگتے ہوئے دیکھا۔ پوچھا، کیوں مانگتا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے پاس مال نہیں اور جزیہ ادا کرنا ضروری ہے۔ آپؓ نے فرمایا، ہم نے تم سے انصاف نہیں کیا، تیری جوانی کو ہم نے کھایا اور اب بڑھاپے میں تجھ سے جزیہ وصول کیا جا رہا ہے۔ پھر آپؓ نے اپنے افسروں کو لکھا کہ بوڑھے، غلام، مکاتب اور امِ ولد سے جزیہ وصول نہ کیا جائے۔ اور جو پادری لوگوں کے ساتھ میل جول نہ رکھے، اس پر بھی جزیہ نہ

لگایا جائے (ج ۸ ص ۶۷)

حفاظت کے لیے پہریدار جائز ہیں

ہاں اگر دشمن کی طرف سے خطرات پیدا ہو چکے ہوں تو امام سلطنت کے لیے حفاظتی دستہ مقرر کرنا جائز ہے۔ حقیقی محافظ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، تاہم دنیاوی اسباب کو مناسب طریقہ سے استعمال کرنا شرعاً جائز ہے۔ چنانچہ یہود کے خطرہ کی وجہ سے صحابہ کرامؓ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے رات بھر پہرہ دیا کرتے تھے۔ جب آیت: "وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" (اور اللہ تعالیٰ آپؐ کو لوگوں سے بچائے گا) نازل ہوئی تو پہرہ اٹھا دیا گیا۔ لیکن یہ آپؐ کا خاصہ تھا، خلفاء اور دیگر عہدہ داروں کی حفاظت کے لیے پہرہ وغیرہ جائز ہے!

اسلامی حکومت اپنی رعایا کی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ دار ہے!

بے دین سیاستدان عوام الناس کو یہ کہہ کر ابھارتے اور بھڑکاتے ہیں کہ اسلامی نظام میں انسانوں کی روزی کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا، ہاں اگر وہ مسندِ اقتدار پر براجمان ہوئے تو ہر شخص کو روٹی، کپڑا اور مکان کی سہولت مہیا کریں گے۔ یہ نعرہ اب ان غیر مسلم اقوام میں تو ناکام ہو چکا ہے جنہوں نے پہلے پہل اسے بلند کیا تھا، ہاں اب ان کی دیکھا دیکھی ملحد لوگ مسلمان ممالک میں عوام الناس کو اس سے مانوس کرنا چاہتے ہیں تاکہ عزت کے ساتھ ساتھ اسلام ایسی پاکیزہ نعمت بھی ان سے چھین لیں۔ ہم یہاں یہ وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ نعرہ غیر مسلموں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے لگایا ہے اور یہ فطرتِ انسانی کے بکسر خلاف ہے۔ طرفہ یہ کہ یہ لوگ اسے "اسلامی مساوات" کا نام دیتے ہیں، حالانکہ اسلامی مساوات، کا مفہوم یہ ہے کہ قوانین وحدود میں سب مسلمان برابر ہیں۔ اثر و رسوخ، مال و دولت یا حسب و نسب کی بناء پر کوئی بڑا شخص اگر جرم کرے گا تو وہ سزا سے بچ نہ سکے گا، جس طرح کمتر درجہ کا کوئی شخص جرم کے بعد سزا سے نہیں بچ سکتا۔ یعنی عدل و انصاف میں ہر شخص برابر ہے اور امام سلطنت کسی بھی فرد پر زیادتی برداشت نہیں کرے گا۔

اس کے برعکس ملحد سیاستدان یہ کہتے ہیں کہ وہ اسلامی مساوات قائم کر کے ہر شخص کو معیشت میں برابر کر دیں گے، معاشرہ میں نہ کوئی غریب رہے گا، نہ کمزور! ـــ یہ خالصتاً معیشت کا مسئلہ ہے، نہ اسلام نے اس کا کوئی حل تجویز کیا ہے اور نہ ہی اسلام کا اس سے کوئی تعلق ہے۔ حالانکہ یہ بات حکمتِ خداوندی ہی کے خلاف ہے ـــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ۔" (الشورٰی : ۲۷)

"اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے رزق کو کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں بغاوت پر اتر آتے، لیکن وہ اندازے کے ساتھ جو چاہتا ہے، نازل فرماتا ہے، بلاشبہ وہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا، ان (کے حال) سے باخبر ہے"!

اشرف الحواشی ص ۵۸۰ میں اس آیت کے تحت لکھا ہے :

"کیونکہ اس وقت کوئی کسی کا محتاج نہ ہوتا، اس لیے من مانی کارروائی کرتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ اس نے دنیا میں بندے کو دوسرے کا محتاج بنایا ہے اور لوگ ایک دوسرے کے ساتھ باہم تعاون سے زندگی بسر کر رہے ہیں"۔

"مساوات ہر چیز میں ممکن نہیں"! ـــــ اس مسئلہ کی وضاحت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میثاقِ ازل کا ذکر فرمایا ہے ـــــ طویل ترین روایت میں سے چند الفاظ درج ذیل ہیں :

"ورفع علیھم آدم علیہ السلام ینظر الیھم فرأی الغنی والفقیر وحسن الصورۃ ودون ذالك، فقال رب لولا سویت بین عبادك قال انی احببت ان اُشکر" (مشکوٰۃ ص ۲۴)

"اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو (میثاق کے روز) تمام اولاد پر بلند کیا تو حضرت آدمؑ نے دیکھا کہ ان میں غنی بھی تھے، فقیر بھی، اچھی صورت والے بھی اور اس کے علاوہ بھی! تو عرض کی : اے اللہ تو نے اپنے تمام بندوں کو برابر کیوں نہیں بنایا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا شکر یہ ادا کیا جائے"۔

یعنی غنی فقیر کو دیکھ کر میرا شکر بجا لائے گا، اسی طرح خوبصورت کم خوبصورت کو دیکھ کر میرا شکر گزار ہوگا!

مذکورہ بالا قرآنِ مجید کی آیت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اگر رزق سب پر کشادہ ہو جائے تو مخلوق اپنے خالق کا شکر ادا نہ کرے گی۔ اسی لیے کوئی امیر ہے، کوئی غریب! ـــــ ہر ایک کو برابر جب خالقِ کائنات نے ہی نہیں بنایا تو مخلوق یہ برابری اور مساوات کیسے قائم کر سکتی ہے؟ اس لیے بے دینوں کا یہ نعرہ خلافِ فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں مالی یا تخلیقی مساوات کبھی نہیں ہو سکتی، ہاں عدل و انصاف میں اسلام مساوات کا قائل ہے، اور اس کے کئی واقعات ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

اسلام میں رزق ملنے کا تصور

دینِ اسلام میں اس کے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد عبادتِ الٰہی ہے اور ساری کائنات کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اپنے علم کے مطابق وہ کسی کو زیادہ سے یا کم، اس سلسلہ میں اس کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ کوئی وزیر و مشیر — ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ — الآیۃ" (الرعد: ۲۶)

"اللہ تعالیٰ رزق کو کشادہ کرتا ہے، جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے"!

لہٰذا جو لوگ روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ بلند کرتے اور اس سلسلہ میں مساواتِ انسانی کے قائل ہیں، ان کے پاس سوائے دھوکہ اور فریب کے کچھ بھی نہیں۔ یہ گویا فطرتِ الٰہی کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ ہاں وہ ذات جس نے مخلوقات کی روزی کا ذمہ لے رکھا ہے، اس کا پروگرام اس قدر مکمل اور مضبوط ہے کہ انسان کی روزی کی ابتداء بطنِ والدہ سے ہی ہو جاتی ہے — حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں:

"حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصادق المصدوق ان خلق احدکم یجمع فی بطن امہ اربعین یوما نطفۃ ثم یکون علقۃ مثل ذالک ثم یکون مضغۃ مثل ذالک ثم یبعث اللہ الیہ ملکا باربع کلمات یکتب عملہ واجلہ ورزقہ وشقی او سعید ثم ینفخ فیہ الروح" (مشکوٰۃ ص ۲۰)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے ہر ایک اپنی والدہ کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ کی شکل میں جمع رہتا ہے، پھر اسی مدت کے قدر جما ہوا خون اور پھر اسی کے مثل بوٹی کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف چار کلمات دے کر فرشتہ بھیجتے ہیں جو اس کا عمل، اس کی اجل اور اس کا رزق لکھتا ہے، نیز یہ کہ وہ نیک بخت ہے یا بدبخت، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے"

معلوم ہوا کہ انسان کی پیدائش سے قبل ہی رزق و روزی کا یہ پروگرام متعین ہو جاتا ہے —

قرآنِ مجید میں اس موضوع پر متعدد آیاتِ مبارکہ مذکور ہیں، جن میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ "وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَ

مُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔" (هود : ۶)

" زمین میں چلنے والا کوئی بھی نہیں، مگر اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ وہ اس کے قرار کی جگہ اور سونپے جانے کی جگہ کو بھی جانتا ہے، اور یہ بھی کچھ کتابِ مبین میں (مرقوم) ہے"۔

امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" جب موسیٰؑ پر نبوت کی وحی نازل ہوئی تو آپؑ کے دل میں اپنے اہل وعیال کی روزی کے متعلق خیال پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ عصا پتھر پر ماریں، جب آپؑ نے عصا پتھر پر مارا تو اس میں سے ایک اور پتھر نکل پڑا، پھر اس پتھر پر عصا مارا تو اس میں سے ایک تیسرا پتھر نکل پڑا۔ اس پر عصا مارا تو اس میں سے ایک چھوٹا سا کیڑا نکلا، جس کے منہ میں غذا تھی۔ حضرت موسیٰؑ نے سُنا، وہ کیڑا یہ کلمات کہہ رہا تھا:

"سبحان الذی من یّرانی ویسمع کلامی ویعرف مکانی ویذکرنی ولاینسانی"

" پاک ہے وہ ذات جو مجھے دیکھ رہا ہے، میرا کلام سُن رہا ہے، میرے رہنے کی جگہ کو پہچانتا ہے اور مجھے یاد رکھتا ہے، بھولتا نہیں ہے"۔

(تفسیر کبیر ج ۱۷ ص ۱۸۶)

جو رازقِ کائنات کیڑے مکوڑوں کو ان کی روزی پتھروں کی تہوں میں پہنچاتا ہے اور انہیں کبھی بھولتا نہیں، وہ انسان کی روزی کیسے بھول سکتا ہے، جو کہ اشرف المخلوقات ہے۔

۲۔ "وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔" (العنکبوت : ۶۰)

" اور زمین میں کتنے ہی تو جاندار ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ تعالیٰ انہیں بھی اور تمہیں بھی رزق عطا فرماتا ہے، اور وہ سمیع وعلیم ہے"۔

مفسرینِ کرام نے لکھا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا تو انہوں نے سوچا کہ وہاں ہماری معیشت کا کیا انتظام ہوگا، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

چنانچہ ہر شخص کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں انسان کی روزی کا بندوبست

فرماتے ہیں، جوں جوں ضروریاتِ زندگی بڑھتی ہیں، روزی کا انتظام بھی ساتھ ہی ساتھ وسیع ہوتا چلا جاتا ہے[1]
— سچ فرمایا اللہ رب العزت نے :

۳۔ "وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط
إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهٖ ط قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا۔" (الطلاق: ۳)
"اور (اللہ تعالیٰ) اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔ اللہ اپنے کام کو پورا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔"

۴۔ "وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ۔" (الذاریات: ۲۲)
"آسمان میں تمہارا رزق ہے، اور جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو!"
اس آیت سے معلوم ہوا کہ کائنات کا رزق آسمانوں سے آتا ہے، اور بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسرا نہ کوئی رزق دے سکتا ہے اور نہ ہی کسی کے اختیار میں ہے۔

۵۔ "مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ۝ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ۔" (الذّریٰت: ۵۷-۵۸)
"میں ان (جنوں اور انسانوں) سے رزق کا طالب نہیں اور نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں، بلاشبہ اللہ ہی رزق دینے والا، صاحبِ قوت و مضبوط ہے۔"
ارشادِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے (ترجمہ) :
"روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ اس وقت تک کوئی جان

---

[1] خود راقم الحروف کو اس کا تجربہ ہے۔ بندہ کوٹلی جہاں ضلع گوجرانوالہ میں رہائش پذیر تھا۔ تو روزانہ صبح کی نماز کے بعد درسِ قرآنِ کریم دیا کرتا تھا، پارہ ۱۲ پر پہنچا تو نو سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ جب مذکورہ آیت "وَكَأَيِّنْ مِنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا" زیرِ درس آئی تو گوجرانوالہ شہر کی طرف سے جامع مسجد رحمانیہ اہلحدیث میں آنے کی پیشکش ہوئی۔ والدہ مرحومہ کی خواہش پر شہر آ گیا تو نہ صرف معاش کی فکر دور ہوئی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے اسباب مہیا فرما دیے۔ عظیم دینی درسگاہ جامعہ رحمانیہ کا وجود عمل میں آیا اور بحمد اللہ اب یہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کی منازل طے کر رہی ہے — دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قائم و دائم رکھے اور اس کا ثواب والدین مرحومین کے نامۂ اعمال میں درج فرمائے — آمین!

مرے گی نہیں، جب تک اپنا رزق مکمل نہ کھالے ـــــ خبردار! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور طلبِ رزق میں اچھا طریقہ اختیار کرو۔ رزق میں تاخیر تمہیں نافرمانی پر انگیختہ نہ کرے، اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کی اطاعت کی بناء پر ملتا ہے!"

لہٰذا رزق کے حصول میں ناجائز طریق کار اختیار نہیں کرنا چاہیے، بلکہ قناعت کرنی چاہیے ـــــ روزی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقدر ہے، وہ بہرحال مل کے رہے گی ـــــ اسی طرح بے خدا سیاستدانوں کے چکمہ میں، اور ان کے پُر فریب نعروں میں آکر ایمان ایسی قیمتی چیز کو داؤ پر نہیں لگانا چاہیے!

مزدوروں، غریبوں، یتیموں اور مسکینوں کا ہمدرد ـــــ اسلام!

اگر ایک شخص محنت مزدوری کرتا ہے تو اسلامی تعلیم یہ ہے کہ اس کا حقِ خدمت فوراً ادا کرو ـــــ ارشادِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم ہے:

"اعطوا الاجیر اجرہٗ قبل ان یجف عرقہ" (مشکوٰۃ ص۲۵۸ عن عبداللہ بن عمرؓ)

"مزدور کو اس کی مزدوری، اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو"

نیز فرمایا:

"قال اللہ تعالیٰ ثلاثۃ انا خصمھم یوم القیامۃ رجل اعطیٰ بی ثم غدر ورجل باع حرًا فاکل ثمنہٗ ورجل استاجر اجیرًا فاستوفیٰ منہ ولم یعطہٖ اجرہٗ۔" (ایضاً)

"اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں: قیامت کے دن میں تین شخصوں کی طرف سے جھگڑا کروں گا (۱) جس نے میرے نام کے ساتھ عہد کیا، پھر دھوکہ کیا (۲) جس نے آزاد کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی (۳) جس نے مزدور لگایا، پھر اس کی مزدوری نہ دی۔"

ان احادیثِ مبارکہ میں مزدوروں کی انتہائی حمایت کا حق ادا کر دیا گیا ہے کہ مزدور کی مزدوری جلد اور پوری دو، ورنہ روزِ قیامت اللہ رب العزت سے مقابلہ کے لیے تیار رہو! حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں، قرض دار آدمی جب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا تو سوال کرتے کہ

اس نے قرض ادا کرنے کے لیے کوئی مال چھوڑا ہے ؟ اگر چھوڑا ہوتا تو اس کا جنازہ پڑھا دیتے، ورنہ فرماتے کہ اپنے ساتھی پر جنازہ پڑھ لو ــــ پھر جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات عام کر دیں تو فرمایا کہ مومنوں میں سے اگر کوئی مقروض فوت ہو گا تو اس کا قرض میں ادا کروں گا۔ اور اگر کسی نے مال چھوڑا ہے تو وہ اس کے وارثوں میں تقسیم ہو گا۔ (متفق علیہ، بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۵۲)

سبحان اللہ، مزدوروں اور غریبوں کا ہمدرد امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے ؟ ــــ افسوس کہ امت نے اپنے محسن کو پہچانا ہی نہیں !

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی کہ اے اللہ، مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکینوں ہی میں وفات دینا اور قیامت کے روز مجھے مسکینوں ہی کی جماعت میں اٹھانا ــــ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بولیں، یہ کیوں اللہ کے رسولؐ ؟ آپؐ نے فرمایا، یہ اس لیے کہ مساکین مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے ــــ پھر فرمایا: اے عائشہؓ، مسکین کو خالی ہاتھ نہ لوٹانا، اگر آدھی کھجور بھی ہو تو دے دینا ! اے عائشہؓ، مسکینوں سے محبت کرنا اور ان کو اپنے قریب رکھنا، روزِ قیامت اللہ تعالیٰ آپؓ کو اپنا قرب نصیب فرمائے گا ! (مشکوٰۃ ص ۴۴۷)

یاد رہے، مسکین وہ ہوتا ہے جو کام کاج کرے، لیکن کثیر العیال ہونے کی وجہ سے اس کی آمدنی اس کے اخراجات کا ساتھ نہ دے سکے !

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں مہاجرین کی جماعت میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ برہنہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ پردہ کیے ہوئے تھے اور ایک قاری قرآن پڑھ رہا تھا۔ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو قاری خاموش ہو گیا۔ آپؐ نے سلام کہنے کے بعد پوچھا، آپ لوگ کیا کر رہے ہیں ؟ ہم نے جواب دیا، اللہ کی کتاب سن رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا، تمام تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جس نے میری امت میں ایسا گروہ بنایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے تئیں ان میں رکھوں۔ پھر آپؐ ہمارے درمیان بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اے مہاجر غرباء، تمہیں پورے نور کی خوشخبری ہو، تم مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو گے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹۱)

حضرت ابو الدرداءؓ بیان فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے غریبوں میں تلاش کیا کرو، غریبوں کی وجہ سے تمہیں رزق ملتا ہے ! (مشکوٰۃ ص ۴۴۷)